چودھری محمد نعیم

امریکہ میں اُردو زبان و ادب کی تعلیم

ایک جائزہ

امریکہ میں اُردو زبان کی تعلیم کی ابتدا پنسلوینیا یونیورسٹی میں ہوئی۔ صحیح تاریخ کا تو علم نہیں۔ غالباً دوسری جنگِ عظیم کے فوراً بعد۔ ہندوستان کی کلاسیکی زبان سنسکرت کی تعلیم تو عرصے سے متعدّد یونیورسٹیوں میں ہوتی چلی آرہی تھی، لیکن برصغیر کی جدید زبانوں کی طرف توجہ سب سے پہلے پنسلوینیا ہی میں دی گئی۔ وہاں پروفیسر بنڈر (BENDER) ہندی، اردو، برج بھاشا پڑھاتے تھے جو اب رٹائر ہو چکے۔ کافی عرصہ بعد انہوں نے اُردو کا ایک تعلیمی نصاب بھی شائع کیا جو بعض وجوہ سے زیادہ مقبول نہ ہو سکا۔ اس کے بعد ۱۹۵۷ء میں کیلیفورنیا یونیورسٹی، برکلے، میں اُردو کی تعلیم شروع ہوئی۔ اسی سال جب روس نے اسپوتنک چھوڑ کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیا اور امریکی حکومت کو احساس ہوا کہ سائنس کی تعلیم میں روس امریکہ سے بہت آگے نکلا جا رہا ہے تو طرح طرح کے تعلیمی پروگرام شروع ہوئے۔ اسی سلسلے میں ایک پروگرام غیر ملکی زبانوں کی تعلیم کا بھی تھا جس کو قومی دفاع کا ایک اہم حصہ مانا گیا۔ اس پروگرام میں اُردو کو بھی خاص اہمیت ملی۔ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۸ء تک بڑی تیزی سے اس پروگرام کو روبہ عمل لایا گیا۔ لاکھوں ڈالر خرچ کئے گئے۔ متعدد یونیورسٹیوں میں جنوبی ایشیائی دِراسات کے مراکز کھلے۔ طلبا، کو خاص وظیفے دیئے گئے اور طرح طرح کے نصابات بھی تیار کئے گئے۔ ساتویں دہائی میں سرکاری امداد گھٹنی شروع ہوئی اور بہت سے پروگرام تعطل میں آ گئے۔ اب صورتِ حالات یہ ہے کہ کم از کم مندرجہ ذیل جامعات میں اُردو کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہے:

۱۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی۔ برکلے
۲۔ اریزونا یونیورسٹی۔ ٹوسان
۳۔ وسکانسن یونیورسٹی۔ میڈیسن
۴۔ منی سوٹا یونیورسٹی۔ میناپلس
۵۔ شکاگو یونیورسٹی۔ شکاگو
۶۔ ہارورڈ یونیورسٹی۔ کیمبرج

ان اداروں میں اُردو کے مختلف مدارج کے کورس پابندی سے پڑھائے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ کولمبیا یونیورسٹی (نیویارک) ڈیوک یونیورسٹی (ڈرہم)، کنساس اسٹیٹ یونیورسٹی (من ہاٹن) اور پنسلوینیا یونیورسٹی (فلاڈلفیا) میں بھی اردو کی تعلیم کا کسی نہ کسی شکل میں انتظام ہے (میں نے یہ فہرست یادداشت سے تیار کی ہے اس لئے ممکن ہے ایک آدھ نام چھوٹ گیا ہو)

۱۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی۔ برکلے۔ یہاں اُردو کی تدریس کے ذمّہ دار پروفیسر بروس پرے (PRAY) ہیں۔ آپ لسانیات کے ماہر ہیں اور اردو گرامر کے مختلف پہلوؤں پر مقالے شائع

کر چکے ہیں۔ آپ کو عروض سے بھی خاص دلچسپی ہے۔ آپ کے اہتمام میں کئی برس سے ایک پروگرام جاری ہے جس کے تحت ہر سال منتخب امریکی طلبا کا ایک گروپ لاہور میں اردو زبان سیکھنے کے لئے جاتا ہے۔ یہ اپنی طرح کا واحد پروگرام ہے اور بہت کامیاب بھی۔ پہلے یہ طلبا صرف تین ماہ کے لئے جاتے تھے اب یہ پروگرام نو ماہ کا ہوتا ہے۔

۲۔ اریزونا یونیورسٹی، ٹوسان۔ یہاں پروفیسر لزلی فلیمنگ (FLEMMING) پڑھاتی ہیں۔ آپ نے وسکانسن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی حاصل کی ہے۔ آپ کا مقالہ سعادت حسن منٹو کی کہانیوں پر تھا جو پروفیسر گوپی چند نارنگ کی نگرانی میں تیار کیا تھا۔ مقالہ اب کتابی شکل میں برکلے سے شایع ہو چکا ہے، نام ہے ANOTHER LONELY VOICE آپ کو افسانہ اور ناول سے خاص دلچسپی ہے چنانچہ آپ کی زیرِ نگرانی دو طالبات اُردو افسانہ کے مختلف پہلوؤں پر پی ایچ ڈی کے مقالے لکھ رہی ہیں۔

۳۔ وسکانسن یونیورسٹی۔ میڈیسن۔ یہاں اردو کی تعلیم کی ابتدا دہلی کے خواجہ احمد فاروقی صاحب نے کی تھی مگر اس کو استحکام پروفیسر گوپی چند نارنگ نے دیا۔ نارنگ صاحب نے ایک نصابی کتاب اور متعدد دوسرے تدریسی رسائل بھی تیار کئے تھے۔ آپ کے جانے کے بعد یہاں ڈاکٹر محمد عمر میمن کا تقرر ہوا۔ آپ اردو، فارسی اور عربی کے عالم ہیں۔ امام ابنِ تیمیہ پر مقالہ لکھ کر UCLA سے ڈگری لی ہے جو کتابی شکل میں شایع ہو چکی ہے۔ بحیثیت افسانہ نگار کے آپ پاکستان میں ہی شہرت پا چکے تھے اور جدید اردو افسانہ میں آپ کو خاص درجہ حاصل ہے۔ آپ کی زیرِ نگرانی ایک طالبہ نے غالب پر مقالہ لکھ کر ڈگری حاصل کر لی ہے۔ آپ نے عبداللہ حسین، انتظار حسین، بلراج منرا اور دیگر افسانہ نگاروں کی تخلیقات کے تراجم شایع کئے ہیں۔ ایک کانفرنس اقبال پر اور ایک دوسری کانفرنس اردو غزل اور ناول پر منعقد کی اور دونوں میں پڑھے گئے مقالات کو کتابی شکل میں الگ الگ شایع کیا ہے۔ موخر الذکر کانفرنس اپنی قسم کی پہلی کانفرنس تھی جو امریکہ میں ہوئی۔ اس میں شرکت کے لئے ہندوستان سے شمس الرحمٰن فاروقی اور پاکستان سے جیلانی کامران بھی آئے تھے۔

آج کل آپ مشہور افسانہ نگار انتظار حسین پر ایک مجموعہ تیار کر رہے ہیں جو "جرنل آف ساؤتھ ایشین لٹریچر" کے خاص نمبر کے طور پر شایع ہوگا۔

۴۔ منی سوٹا یونیورسٹی، میناپولس۔ امریکہ میں اُردو کی تعلیم کا کام کرنے والوں میں سرِ فہرست نام پروفیسر محمد عبدالرحمٰن بارکر (BARKER) کا ہے جو منی سوٹا میں صدرِ شعبہ ہیں۔ لسانیات کے ماہر اور غیر معمولی شخصیت کے حامل پروفیسر بارکر نے اُردو کا ایک تعلیمی نصاب تیار کیا ہے جو ہر پہلو سے مکمل اور جامع ہے۔ یہ نصاب پانچ کتابوں پر مشتمل ہے اور کئی کتابوں کے متعدد حصے ہیں۔ ان کے نام ہیں:- ابتدائی اردو۔ اردو اخباری زبان۔ نقشِ دلپذیر۔ اُردو اخباری زبان کی الفاظ شماری۔ بزمِ نو (ان کے انگریزی نام آخر میں درج فہرست میں مل جائیں گے۔) اس کام میں ہندوستان اور پاکستان کے بعض نوجوان اساتذہ بھی شامل تھے مگر اصل ذمّہ داری اور نگرانی آپ کی ہی تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے بلوچی زبان کا نصاب بھی تیار کیا ہے۔ آپ کے اردو نصاب کی ایک خصوصیت ہے کہ اس کے ساتھ استعمال کے لئے ٹیپ ریکارڈنگ بھی مہیا کی گئی ہے۔ بارکر صاحب کو پرانی کتابوں کا بھی شوق ہے اور آپ کی نجی لائبریری میں اردو مخطوطات اور نوادر کا خاصا بڑا ذخیرہ ہے۔ اتنا بڑا ذخیرہ برّصغیر کے باہر شاید ہی کسی نجی لائبریری میں ہو۔ ان نوادر میں سے بعض پر اب کام بھی ہو رہا ہے آج کل آپ کی زیرِ نگرانی ایک طالبِ علم نظیر اکبرآبادی پر مقالہ لکھ رہا ہے۔

منی سوٹا میں بارکر صاحب کے علاوہ پروفیسر ساجدہ علوی بھی اُردو کا کام کر رہی ہیں۔ آپ تاریخ کی ماہر ہیں اور اردو کے کورس کے علاوہ تاریخ کے کورس بھی پڑھاتی ہیں۔

۵۔ شکاگو یونیورسٹی۔ شکاگو۔ یہاں راقم الحروف کام کرتا ہے میں نے ۱۹۵۷ء میں برکلے میں بحیثیت اسسٹنٹ کے اردو کی تدریس کا کام شروع کیا تھا۔ ۱۹۶۱ء میں شکاگو میں تقرر ہوا۔ تب سے یہاں ہوں۔ میں نے اُردو کی دو نصابی کتابیں تیار کی ہیں۔ ایک نام ہے۔

"انٹروڈکٹری اُردو" دوسری کا نام ہے۔ "ریڈنگز ان اُردو" - یہ کتابیں شایع ہو چکی ہیں۔ شکاگو سے تین طلباء اُردو میں پی ایچ ڈی کر چکے ہیں۔ پہلا مقالہ ڈاکٹر کارلو کپولا (COPPOLA) کا "ترقی پسند تحریک" کے موضوع پر تھا۔ دوسرا مقالہ ڈاکٹر برائن سلور (SILVER) کا "غالب کی تشبیہات و استعارات" پر تھا اور تیسرا مقالہ "اردو اور ہندی کے قصّے" کے موضوع پر تھا جو ڈاکٹر فرین پریچیٹ (PRITCHETT) نے تیار کیا۔ ڈاکٹر کپولا آج کل مشی گن کی اوکلینڈ یونیورسٹی میں تقابلی ادبیات پڑھاتے ہیں اور ساحر، مجاز، فیض، احمد علی وغیرہ پر مضامین شایع کر چکے ہیں۔ ۱۹۶۳ء میں کپولا اور میں نے انگریزی رسالہ "MAHFIL" کے نام سے نکالنا شروع کیا تھا یہ آگے چل کر "JOURNAL OF SOUTH ASIAN LITERATURE" کہلایا جو اب مشی گن سے شایع ہوتا ہے۔ اب کپولا صاحب اس کے مہتمم ہیں۔ اس میں اردو ادب سے متعلق مضامین انٹرویوز اور تراجم برابر شایع ہوتے رہتے ہیں۔ ۱۹۸۱ء سے میں نے ایک نیا رسالہ نکالنا شروع کیا ہے جس کا نام ہے ANNUAL OF URDU STUDIES یہ تمامتر اردو سے متعلق ہے اور سال میں ایک بار شایع ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا شمارہ مارچ ۸۲ء میں شایع ہوگا۔

ڈاکٹر برائن سلور آج کل ہارورڈ یونیورسٹی میں پڑھاتے ہیں آپ ستار نواز بھی ہیں اور ہندوستانی موسیقی پر مقالات شایع کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر فرین پریچیٹ نے گزشتہ دنوں ایک بہت اہم کتاب شایع کی جو انگریزی زبان میں شایع شدہ اردو ادب سے متعلق کتابوں، مقالوں اور تراجم کی جامع فہرست ہے اور جس کے اندراجات کئی سو کی تعداد میں ہیں۔ آپ نے اردو عروض پر بھی ایک کتاب تیار کی ہے جو ابھی شایع نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر پریچیٹ نے سنسکرت اور ہندی کا مطالعہ بھی کیا ہے اور آج کل منی سوٹا میں عارضی طور پر اردو پڑھائی جا رہی ہے۔ میرے ایک اور شاگرد آج کل اکبر الہ آبادی پر مقالہ لکھ رہے ہیں۔

۲- ہارورڈ یونیورسٹی۔ برسوں پہلے ایک غیر معمولی ہندوستانی جناب اوذائی درّانی امریکہ آئے تھے اور یہاں انہوں نے اپنی ایجاد اور کاروباری کمال سے لاکھوں کمائے۔ آپ اُردو کے پرستار تھے علیگڑھ میں طالب علمی کے زمانے میں ڈاکٹر ذاکر حسین کے ہم جماعت رہ چکے تھے۔ آپ کی وفات ۱۹۶۴ء میں ہوئی۔ اپنی وصیت میں آپ نے نصف ملین یعنی پانچ لاکھ ڈالر کی رقم ہارورڈ یونیورسٹی کو دی تھی جس سے وہاں اُردو زبان کی تعلیم کا کام شروع ہوا۔ ۱۹۶۶ء میں ایک پروفیسر شپ INDO ISLAMIC STUDIES کی قائم ہوئی جس پر بین الاقوامی شہرت کی حامل جرمن مستشرق ڈاکٹر انا ماری شمل (SCHIMMEL) کا تقرر ہوا۔ آپ ماہر اسلامیات ہیں اور تصوّف آپ کا محبوب موضوع رہا ہے۔ اُردو کے علاوہ ترکی، عربی، فارسی اور سندھی میں مہارت تامّہ رکھتی ہیں۔ آپ کی تصنیفات کی فہرست طویل ہے۔ خاص اردو کے تعلق سے ایک کتاب غالب پر اور دوسری خواجہ میر درد پر شایع کی ہے۔ ایک مختصر تاریخ ادب اردو بھی آپ نے شایع کی جو ابتدائی دور سے شروع ہو کر اقبال کے ذکر پر ختم ہوتی ہے۔ خود اقبال پر آپ کی متعدد تصانیف جرمن اور انگریزی میں ہیں جن میں سے ایک GABRIEL'S WING انتہائی وقیع خیال کی جاتی ہے۔ آپ کے مددگار کی حیثیت سے گزشتہ چھ برس سے ڈاکٹر برائن سلور بھی کام کر رہے ہیں۔ ان دونوں کی موجودگی نے ہارورڈ کو اُردو دراسات کا خاص مرکز بنا دیا ہے۔ "درّانی فنڈ" کے اہتمام میں کتابوں کی اشاعت کا پروگرام بھی ہے اور اب تک ایک کتاب شایع ہو چکی ہے جس کے مصنف لندن یونیورسٹی کے پروفیسر رالف رسل اور علیگڑھ یونیورسٹی کے ڈاکٹر خورشید الاسلام ہیں اور جو میر، سودا میر حسن کی شاعری کا جامع مطالعہ ہے۔ اس کا نام ہے "THREE MUGHAL POETS"

مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ کچھ اور لوگوں کا ذکر بھی یہاں ضروری ہوگا۔ ان میں سب سے اہم نام ڈاکٹر عبد العظیم کا ہے جو آج کل علیگڑھ میں لسانیات کے صدر شعبہ ہیں۔ آپ نے کئی سال کیلی فورنیا یونیورسٹی برکلے اور کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک میں پڑھایا اور اردو کی "نصابی کتابیں بھی تیار کی ہیں۔ شکاگو میں مجھ سے پہلے

جناب حفظ الکبیر قریشی آگئے تھے اور میرا ان کا کچھ عرصہ ساتھ بھی رہا۔ آپ نے بھی نصابی کتابیں تیار کی ہیں۔ قریشی صاحب ایک عرصہ ہوا تدریسی کام چھوڑ چکے ہیں لیکن اردو زبان اور ادب سے ان کا غیر معمولی شغف اب بھی انھیں مصروف رکھتا ہے۔ ان کا قیام ٹورانٹو کناڈا میں ہے۔ ڈیوک یونیورسٹی میں ڈاکٹر معظم صدیقی بھی اردو کا کام کر رہے ہیں آپ فارسی اور عربی کے ماہر ہیں۔ تصوّف خاص موضوع ہے اور آپکا پی ایچ ڈی کا مقالہ مرزا عبد القادر بیدل پر تھا جس پر آپ کو کیلی فورنیا یونیورسٹی سے ڈگری ملی تھی۔

امریکی جامعات میں اُردو کا الگ شعبہ کہیں نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہی ہے۔ عام طریقہ یہ ہے کہ برصغیر کی دیگر زبانوں کے ساتھ اُردو کی تعلیم کا انتظام جنوبی ایشیائی دراسات SOUTH ASIAN STUDIES کے پروگرام کے تحت کر دیا ہے۔ مثلاً شکاگو یونیورسٹی میں شعبہ کا نام ہے SOUTH ASIAN LANGUAGES & CIVILIZATIONS اور اس میں اردو کے علاوہ سنسکرت، ہندی، بنگالی اور تامل کی تعلیم پابندی سے دی جاتی ہے۔ چونکہ اُردو کے لئے طالب علم سب سے کم تعداد میں آتے ہیں اس لئے صرف ایک ہی پروفیسر کا تقرر کیا گیا ہے۔ اُردو زبان کی ابتدائی تعلیم دو سال میں مکمل ہوتی ہے۔ تیسرے سال سے خاص موضوعات پر کورس شروع کئے جاتے ہیں جن کا سلسلہ دو سال چلتا ہے۔ زیادہ تر طلبا دو سال کے بعد ہی فارغ ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کا تعلق دوسرے شعبہ جات سے ہوتا ہے اور وہ اردو محض معمولی ریسرچ کے کام کے لئے سیکھنا چاہتے ہیں۔ جن طلباء کو اردو ادب سے خاص دلچسپی ہوتی ہے وہ چار پانچ برس پڑھتے ہیں اور ان کو اردو ادب کے علاوہ کئی دیگر مضامین بھی پڑھنے ہوتے ہیں مثلاً تاریخ، تقابلی ادب، ادبی تنقید و تحقیق کے اصول اردو کے علاوہ فارسی یا عربی بھی سیکھنی پڑتی ہے اور جرمن اور فرنچ بھی جب تمام لازمی کورس پورے ہو جاتے ہیں تب ایک جامع امتحان ہوتا ہے۔ اس میں کامیابی کے بعد مقالہ کے موضوع کی منظوری کی منزل آتی ہے جس کے بعد طالب علم مقالہ لکھنا شروع کرتا ہے۔ چنانچہ پورے عمل میں پانچ سات برس لگ جاتے ہیں۔ عموماً اس سے زیادہ ریسرچ کے سلسلے میں طالب علم ہندوستان یا پاکستان جاکر وہاں کے اساتذہ اور لائبریریوں سے استفادہ کرتے ہیں اور واپس آکر اپنا مقالہ لکھتے ہیں۔ جب مقالہ مکمّل ہو جاتا ہے تو پھر ایک اور امتحان ہوتا ہے، جس میں کامیابی کے بعد ڈگری دی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا یونیورسٹیوں کی لائبریریوں میں اردو کتابوں اور رسائل کے خاصے بڑے ذخیرے بھی ہیں جن میں زیادہ تعداد ان مطبوعات کی ہے جو ۱۹۶۴ء سے PUBLIC LAW 480 کے تحت ہندوستان اور پاکستان سے آتے رہے ہیں۔ ان مطبوعات کی خریداری ان مقامی رقوم سے ہوتی ہے جو ہندوستان اور پاکستان امریکہ سے ملے ہوئے بعض امدادی قرضوں کی ادائیگی کے سلسلے میں دیتے ہیں۔ اب یہ رقوم ختم ہوتی جارہی ہیں اور اس کا امکان ہے کہ یہ سلسلہ بالکل ہی بند ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو بہت کم لائبریریاں اردو مطبوعات جمع کر سکیں گی۔ یہ مضمون محض یادداشت سے لکھا گیا ہے اس لئے ممکن ہے بعض اہم نام اور کام مذکور ہونے سے رہ گئے ہوں، اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

ادبی معلومات (کیا آپکو معلوم ہے)

۱۔ اُردو زبان کا سب سے پہلا شعر حضرت امیر خسروؒ کا ہے۔

ع زحالِ مسکیں مکن تغافل، دورائے نینا، بنائے بتیاں
کہ تابِ ہجراں ندارم اے جاں، کہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں

۲۔ اردو کا سب سے پہلا مکمّل اخبار مارچ ۱۸۲۲ء میں کلکتہ سے جاری ہوا، پھر محمد حسین کے والد مولوی محمد باقر نے ۱۸۳۶ء میں دہلی سے "اُردو" اخبار جاری کیا، جو کہ ہفت روزہ تھا۔

۳۔ برصغیر کا پہلا اخبار 'اکیس گزٹ' کو کہا جاتا ہے۔ لیکن برصغیر کے پہلے اردو کے روزانہ اخبار کا نام 'اردو گائیڈ' تھا جو ۱۸۵۸ء میں مولوی کبیر الدین احمد خان بہادر نے کلکتہ سے شایع کیا۔ بعد میں اس کا نام بدلکر 'دارالسلطنت' رکھ دیا گیا تھا۔

(مرتبہ: سید خیام احمد)